

ذاریات میں تین، الحجر، النحل اور الطارق میں دو دو مظاہر قسمیں ہیں باقی بیس سورتوں میں ایک ایک مرتبہ یہ قسم آئی ہے۔ مکی سورتوں میں قسموں کی تعداد چونتیس ہے جبکہ مدنی سورتوں میں سے صرف النساء اور النہل میں قسمیں آئی ہیں، نیز مظاہر کائنات کی زیادہ تر قسمیں ابتدائی عہد نبوت میں نازل شدہ سورتوں میں ہیں اور یہ بھی کہ سورتوں کے درمیان میں قسموں کا استعمال بہت کم ہوا ہے۔

بہر حال اقسام القرآن کے مؤلف نے کم و بیش ۴۰ تفسیری کتب کے علاوہ بیسیوں آخر فنون و علوم کے اقوال اور آخر فقہاء و محدثین کی تصریحات و توضیحات سے اپنی کتاب کو حسین سے حسین تر بنایا ہے موصوف جامد اسلامید اشاعت الاسلام عارف والا کے مدبر ہیں، مشغلہ چونکہ تدریس ہے اس لیے انداز تحریر بھی مدرسانہ اور سادہ و سلیس ہے مگر تحقیق واقعی انشع ہے، حمد کا قدر پر طاعت ہوئی ہے تا کمال انتہائی جاؤں نظر ہے، اہل علم اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

التفسیر، اہل علم کی نظر میں

استاذ العلماء مولانا جمیل احمد نعیمی

عزیز جلیل ڈاکٹر حافظ محمد عظیم خطہ اللہ اکبر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد اسلام مسنون و دعا سے معقرون و معلوم ہو کہ آپ کا موقر و وقیع علمی و تحقیقی عہدہ "سہ ماہی التفسیر" باقاعدگی سے احقر کو موصول ہوتا رہتا ہے۔ مختلف اہل علم کے علمی، تحقیقی اور تحقیقی مضامین پڑھ کر آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب حبیب ﷺ کے صدقہ نظر بد سے محفوظ رکھے اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری و ساری رہے۔ (امین) پڑھوں گا جاری کرنا بھی ایک امر دشوار ہے، لیکن جاری کرنے کے بعد اس سلسلے کو قائم و دائم رکھنا بھی ایک جہاد سے کم نہیں ہوتا۔ اس مرتبہ کے شمارے (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۷ء) میں یہ پڑھ کر بے حد رنج و اندوس ہو کہ محمد و محمد بن محمد مولانا حافظ محمود الحسن علیہ الرحمۃ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولائے کریم اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اہلیہ محترمہ کو اور ان کی صاحبزادی کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ (امین ثمین) آپ نے اور محترم محمد اعظم سعیدی نے جس سچے تلمے اور پرمغز انداز میں انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے وہ بھی قابل صد تعریف ہے۔

سال ۲۰۰۷ء ہمارے لئے کسی طرح عام الحزن سے کم نہیں رہا۔ اس سال قبلہ حافظ صاحب مرحوم و مقبور ہی نہیں اور بھی کئی ارباب علم و فضل اور اصحاب زہد و تقویٰ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ ان میں چند نمایاں نام حسب ذیل شخصیات کے بھی آتے ہیں:

۱۔ صدر العلماء شیخ الحدیث علامہ حسین رضا خاں (طہر رشید مولانا حسن رضا)

۲۔ محقق دوراں اور کتب کثیرہ کے مصنف علامہ محمد عبد العظیم شرف قادری اشرفی علیہ الرحمۃ

۳۔ خلیفہ شریعہ خاں، سلطان الاولیٰ عظیم مولانا ابوالنور محمد بشر سیالکوٹی علیہ الرحمۃ

۴۔ مولانا مفتی غلام حسین امجدی علیہ الرحمۃ

مخدوم و محترم حافظ محمود الحسن علیہ الرحمۃ سے احقر کے دیرینہ مراسم تھے۔ ۱۹۶۹ء انجمن طلبائے اسلام کے سلسلے میں جب احقر نے اپنے چند اصحاب کے ساتھ سندھ اور پنجاب کا دورہ کیا تو اس دورے میں جبکہ آباد میں دیگر علماء و مشائخ کے علاوہ قبلہ حافظ صاحب سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ جن میں مفتی سید شجاعت علی قادری، مفتی ذیاب الرحمن، مولانا اقبال حسین نعیمی اور یہ فقیر ہوتا تھا۔ حافظ صاحب کو عسرویسر بفرج و ترج میں ہمیشہ شاداں و فرحاں پایا۔ کلمات حمد و شکر موصوف کی زبان پر ہمیشہ جاری رہتے تھے۔ قبلہ حافظ صاحب واقعی باغ و بہار شخصیت تھے۔ خود بھی ہنستے اور دوسروں کو بھی ہنساتے رہتے تھے۔ وقت کی قلت کے پیش نظر انہی الفاظ پر یہ فقیر اپنے خط کو ختم کرتے ہوئے حافظ صاحب کو ان الفاظ کے ساتھ محبت و خلوص کا خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ موقع ملا تو پھر کسی وقت اپنی تیس پچیس سالہ رفاقت کو قلمبند کرے گا۔

دو لوگ ہم نے ایک ہی شوقی میں کھو دیے ڈھونڈا تھا آسمان نے جنہیں خاک چھان کر

جیل احمد نعیمی

استاذ الہدیث و ناظم تعلیمات

دارالعلوم نعیمیہ، بلاک ۱۵، فیڈرل لی ایریا۔ کراچی

ڈاکٹر محمد عارف خان ساقی

محترمی جناب پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد کبیل اوج

مدیر اعلیٰ "سماوی التفسیر" کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے مجلہ کے تازہ شمارے (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۷ء) میں آپ کا مضمون "مصحفین اہل کتاب سے مسلم عورتوں کا نکاح" سامنے نکلا ہے اور میں ہوں۔ قرآن حکیم ہی کی روشنی میں آپ نے جو نکات اٹھائے ہیں اور جن نئی جہتوں کو کھدگی اور خوبصورتی سے متعارف کرایا ہے، چھوڑ کر اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن حکیم پر آپ کی نظر بہت گہری اور مطالعہ کافی عمیق و وسیع ہے۔ بلاشبہ آپ نے پوری جاہلیت کے ساتھ ایک بے مغز مقالہ تحریر فرمایا ہے۔ اللہ کرے کہ قلم آور نے ادا نہ ہو۔ جس سے اس کے غلو پر قلم برداشت چند سطروں

پیش خدمت ہیں۔ مناسب معلوم ہو تو اپنے مجلے کے صفحات پر جگہ دے کر اپنے قارئین کے مطالعہ کے لئے انہیں پیش فرمادیں۔

آج دنیا بھر میں حالات تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ پوری دنیا ایک عالمی گاؤں یا شہر کے دائرے میں منسلک چلی جا رہی ہے۔ لہذا سوچ و فکر کے زاویے اور انداز بھی اس انقلابی تبدیلی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس تبدیلی نے مختلف ادیان و مذاہب کے پیروکاروں اور مختلف النوع تہذیبوں سے گہری وابستگی اور ہمدردی کا جذبہ رکھنے والے افراد کو ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کیا ہے۔ انظار میں جیکنا لوجی کی تیز رفتار ترقی نے اقصادی عالم کی سب دوریاں اور نوع بشر کے مابین حائل کبھی فاصلے تقریباً مٹا ڈالے ہیں۔ اور یہی کسی کسر بھی آئندہ ایک دو عشروں میں نکل جانے کے امکانات قوی تر ہو چکے ہیں۔ ان حالات میں نوع بشر کے درمیان کشیدگی بڑھانے اور نفرتوں کو بے پیر فروغ دینے کے معضرات اور بے قابو خطرات سے ہر ذی فہم و شعور پوری طرح آگاہ ہے۔ یہی کچھ وجوہات ہیں کہ پیش میں دو دراندیش اہل دانش کی طرف سے آج مختلف ادیان و مذاہب اور مختلف تہذیبوں کے درمیان مکالمہ کی راہیں ہموار کرنے پر خصوصی اور بڑی شدت سے زور دیا جا رہا ہے۔ شاید ہی کوئی کچھ دار شخص اس چیز کی اہمیت و افادیت کا منکر ہوگا۔

ان حالات میں ہم دیکھتے ہیں کہ مناکحت آج کے ہر انسانی معاشرے کا وہ طاقتور ترین عنصر ہے جو خاندانی میکائزم کی تشکیل کرتا ہے۔ اس انسانی رشتے کو اگر راست بنیادوں پر استوار کیا جاسکے تو یہ دو قبیلوں، گروہوں یا خاندانوں کے درمیان ایک دوسرے پر اعتماد، تعاون اور امداد یا بھی کیلئے ایسی مستحکم بنیادیں مہیا کرنے کی پوری استعداد و صلاحیت رکھتا ہے جو وقتاً فوقتاً جھڑپنے والی ناگواریت کی لہروں سے کبھی حیرنزل نہیں ہوتیں۔ آنے والے دنوں میں مختلف ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان اس نوع کے تعلق اور مناکحت کے بڑھتے ہوئے رجحان کو کسی بھی صورت رو نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا ہم سمجھتے ہیں کہ مسلم اہل دانش اور اصحاب السیرت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وقت کی ان کروٹوں پر گہری نگاہ رکھتے ہوئے ممکنہ طور پر کل پیش آنے والے معاملات و مسائل پر گہرے غور و خوض کے ساتھ آج ہی مناسب تیاری کر لیں۔ بقول اقبال۔

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

یہ ایک حقیقت ہے کہ افراد انسانی پر ان کے خاندان یا قبیلے کا طاقتور میکائزم اپنے گہرے اور

نگاہ میں آئیں گے۔

کتابی ہو یا کتابیہ کوئی، دونوں کا عقیدہ و عمل تو ایک سا ہے۔ ان میں باہم کسی طرح کا کوئی تفاوت نہیں ہے۔ پھر کتابیہ کو قرآن حکیم نے زمرہ مہصنات میں شمار کیا ہے تو آخر کس برتے پر کسی کتابی کو، جبکہ وہ اپنی عملی زندگی میں بے راہروی سے مجتنب بھی رہا ہو، اس زمرہ سے خارج کیا جائے؟

بعض مذہبی شخصے اس گتہ نظر کے خلاف رائے بھی رکھتے جو آپ نے مربوطہ اہل کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ہم ابھی تک روایتی طرز حیات کے جنجال سے خود کو پوری طرح سے آزاد نہیں کر پائے ہیں۔ ایسے میں ہم قیادت تک نفی اور اخلاص کے ساتھ از کار رفتہ اور فرسودہ روایات اور بے مقصد رسوبات کو بھی سینے سے لگا کر لے جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اپنے اس طرز عمل کو ہم دین متین کی عین خدمت سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ طرح نو خواہ کوئی اور کبھی ہی ہو معروضی حوالے سے اسے دیکھتے بغیر راکر دینا اپنے دین و ایمان کی حفاظت اور سلامتی کے لئے ناگزیر سمجھتے ہیں۔ ہم یہ بات اکثر بھول جاتے ہیں کہ اسلام ہمیں بیدار مغزی کے ساتھ حقیقت تک رسائی کی تعلیم دیتا ہے نہ کہ بے مقصد روایات کے تتبع اور ان کی پیروی کی۔ بقول اقبال۔

آئین نو سے ڈرنا طرہ کن پہاڑا منزل بھی سخن ہے قوموں کی زندگی میں

دلچسپ امر یہ ہے کہ مرکزی دلیل ان مذہبی عقول کی بھی وہی ہے جو کہ آپ کے مقالے کا محور تھی۔ مگر سوچ و فکر طرز استدلال اور اخذ و استنباط کا انداز ہر ایک کا اپنا ہوتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ دونوں میں ۱۸۰ ڈگری کا فرق ہے۔ نتیجہ یہ کہ دونوں کا نتیجہ "فکر بھی بالکل ایک دوسرے کی ضد ہے۔

اب یہ کہنا کہ کتابیہ کو زمرہ مہصنات میں قرآن حکیم نے شمار کیا ہے۔ مگر کتابی کو نہیں۔ اس بات کی کوئی معنویت نہیں ہے۔ بنیادی بات تو یہ ہے کہ کتابیہ اس حوالے سے قرآن حکیم میں معرض بیان میں آئی ہے۔ سو وہ محض قرار دے دی گئی۔ اگر کوئی کتابی بھی یونہی معرض بیان میں آتا تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اسے بھی زمرہ مہصنات میں نہ رکھا جاتا۔ "احسان" کی علت ہے راہروی اور بد کرداری سے مجتنب رہنا ہے۔ اس کا تعلق عقیدہ و ایمان و عمل سے اتنا نہیں ہے جتنا کہ انسانی شرافت، متانت اور بلند کرداری سے ہے۔ لہذا یہی علت اگر کتابی میں بھی پائی جاتی ہے تو وہ غیر محض کیسے ہو جائے گا؟ پھر اگر وہ غیر محض قرار نہیں دیا جائے گا تو کسی سماجی یا معاشرتی ضرورت کے تحت، اس اشتراک علت کے باوصف، جو از کجاء کے قرآنی حکم کو اس تک متعدد ہونے سے آخر کس بنیاد پر رد کیا جائے گا؟

دو پر اثرات رکھتا ہے۔ چنانچہ درست سمت کے تعین میں مدد دینے کی خاطر اس میکائزم میں ایک بے داغ اور موثر کردار حملہ اہل ایمان مردوں اور عورتوں پر لازم ہے۔ اس اہل و ارفع مقصد کے حصول کی خاطر، سچائی، دیانت، انسانی شرافت اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کی بدولت اس میکائزم کے اندر ہر کوئی اپنا مقام خود بنا سکتا ہے۔ بالخصوص ایک مسلمان عورت اپنی ذمہ داریوں کا احساس اور پاس کرتے ہوئے خواہ وہ کہیں پر بھی ہو، اپنا مقام آپ بنا سکتی ہے اور حقیقی اسلامی قدروں کے فروغ اور رسوخ کے لیے موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

ہمیں اس چیز کا بھی پورا پورا احساس ہے کہ دیگر ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کے خالص اندرونی معاملات میں جائز و ناجائز یا مناسبت و نامناسب کا تعین کرنے کے مجاز ہم نہیں ہیں۔ ان کے قانون حیات کی تشکیل کرنا یا اس کی نوک پلک سنوارنا ہمارا مقام و منصب ہے نہ ہی ہمیں اس امر میں سے کسی طرح کی کوئی دلچسپی ہے۔ وقت کے تقاضوں کا بروقت اور اک اور بجا طور پر احساس کرتے ہوئے آپ نے اپنے اس مطالعہ کے دوران بس اس امر کا جائزہ لیا ہے کہ اگر آئندہ ایام میں دوسرے ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کی طرف سے بھی اس نوع کی مناکحت کی کوئی تحریک ہوئی ہے تو ایک مسلم خاتون کیلئے اس امر کی کس حد تک گنجائش تھی ہے؟ اس ضمن میں آپ کی رائے خاصے وزنی دلائل سے آراستہ ہے۔

قرآن حکیم نے اہل کتاب کی با کردار اور عقیف عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح کو بصراحت جائز قرار دیا ہے۔ البتہ ان کے مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح سے بظاہر سکوت اختیار کیا ہے۔ اس عکس ماند سکوت کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ ان کی با کردار عورتوں سے نکاح کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ چونکہ مسلمانوں کو کرنا تھا۔ چنانچہ غیبت طور پر یہ فیصلہ ہوا اور اس امر کا بصراحت تمام جواز طے کر دیا گیا۔ اب اصولی طور پر یہ طے کرنا اہل کتاب کا کام ہے کہ کسی مسلمان عورت سے نکاح ان کی معاشرت اور شریعت کے مزاج کی رو سے درست ہوگا یا نا درست؟ اب اگر وہ بھی مسلمان عورتوں سے مناکحت کے عمل کو جائز اور وہی قرار دیتے ہیں تو یقینی طور پر مسلم اہل دانش کے سامنے ایک اہم سوال اٹھ کھڑا ہوگا۔ جس کا جواب ہم صورت ان کو مناسب انداز سے دینا ہوگا۔

اس معاملے کی حساسیت اور اہمیت کو جان لینے کے بعد اسی سوال کے جواب کی تیاری کے سلسلے میں ہمارے اہل دانش کو آپ کے اس مضمون سے مناسب مواد ہاتھ آئے گا اور اہم نکات بھی ان کی

سردست اتنا ہی۔ موقع ملا تو اس موضوع پر قدرے تفصیل کے ساتھ لکھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کروں گا۔
والسلام

ڈاکٹر محمد عارف خان ساقی

آصف اقبال

محترم ڈاکٹر حافظ محمد کلیل اوج صاحب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ بندہ آپ کے مؤثر جریہ سے کافاری ہے لیکن قلم اٹھانے کا سبب سرمایہ التفسیر کے شمارہ نمبر ۱۱ کا ایک مضمون ”مطالعہ قرآن میں کی اور مدنی آیات کے علم کی اہمیت“ از ڈاکٹر ریحانہ فروس صاحبہ اور شمارہ نمبر ۱۲ میں آپ کا اپنا مضمون بعنوان ”مختصر اہل کتاب سے مسلم عورتوں کا نکاح“ ہے۔

سب سے پہلے ڈاکٹر صاحب کے مضمون کے بارے میں چند گزارشات عرض ہیں:
ڈاکٹر صاحب فرماتی ہیں کہ

”اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علوم قرآنیہ میں سب سے اہم کی اور مدنی آیات کا علم ہے اس علم کو حاصل کرنے کے لیے روایات کی بحث و تحقیق، نصوص آیات کی تحقیق اور تمام امور کا تاریخ سے تعلق پیدا کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔“

ڈاکٹر صاحب کی مندرجہ بالا تحریر پر بحث کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علوم قرآنیہ کے سلسلے میں روایات کی اہمیت وحیثیت پر روشنی ڈالی جائے تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

امام ابو حنیفہؒ کے تقوید حدیث کے بارے میں شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

”حدیث کے حقیقی پہاڑ خیال جو امام صاحب کے دل میں پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ بہت کم حدیثیں ایسی ہیں جن کی صحت کا کافی ثبوت موجود ہے۔“

(سیرت نعمان، ص: ۱۰۹)

امام اہل سنت مولانا عبدالحکیم دہلوی فرماتے ہیں کہ

”قرآن قطعی و یقینی چیز ہے اور اخبار و روایات اگر صحیح بھی ہوں تو قطعی ہیں۔ قطعی چیز کو جب قطعی چیز کا پابند کر دیا جائے گا اور قطعی کے ساتھ قطعی کو ملا کر کوئی نتیجہ نکالا جائے گا تو ظاہر ہے کہ وہ بھی قطعی ہو جائے گا۔ جیسے چورا قرآن قطعی ہو گیا بحث قطعی نہ رہا۔“ (مجموعہ تفاسیر دہلوی، ص: ۲۳۰)

نیز فرماتے ہیں کہ:

”احادیث چاہے کسی ہی اہل علم سے اہل ہوں ان کے انکار سے کافر نہیں ہوتا۔“

(مجموعہ تفاسیر دہلوی، ص: ۳۰)

مزید فرماتے ہیں کہ:

”مگر مجدد شریعت کی چیزیں آپ سے مقبول ہیں ان میں سب سے قطعی اور یقینی چیز قرآن شریف ہے اور وہی ایک بحث قطعی ہے جو خدا کی طرف سے خدا کے بندوں پر قائم ہے۔“

(مجموعہ تفاسیر دہلوی، ص: ۳۰)

مولانا محمد علی کاندھلوی فرماتے ہیں کہ

”کہنا یہ چاہتا ہوں کہ دین میں جو چیز قرآن کے بعد حجت کی حیثیت رکھتی ہے وہ سنت ہے حدیث نہیں ہے، حدیث تو تاریخ سنت کا نام ہے۔“

(امام اعظم اور علم حدیث، ص: ۶۴)

حتیٰ کہ امام ابن حبیہؒ نے یہاں تک فرمایا کہ

”اگر بخاری و مسلم پیدا نہ ہوتے تو دین میں کچھ کمی نہ ہوتی۔“ (امام اعظم

اور علم حدیث، ص: ۶۴)

امام ابن حبیہؒ، مولانا شبلی، مولانا دہلوی اور مولانا محمد علی کاندھلوی کے مندرجہ بالا اقوال کی

روشنی میں کی اور مدنی آیات کے علوم میں روایات کا شمول اس پورے علم کو قطعی بتا رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ابوالقاسم نیشاپوری کا قول بھی نقل کیا ہے کہ

